سیما بھاٹی
Research Scholar, Maharaja Ganga Singh University, Rajasthan

منشی محمد حسین عاشق دہلوی

ملخص:

منشی مولوی محمد حسین عاشق دہلوی ۱۸۳۴ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام نورادین احمد تھا جنھیں انھوں نے لکھنوی وہلوی لکھا ہے۔ یعنی وہ پہلے لکھنؤ، پھر دہلی میں رہے۔ ان کی رہائش اجمیری دروازہ اور حوض قاضی کے درمیان تھی۔ ۱۸۵۸ء میں ریاستِ لوہارو میں میر منشی رہے۔ ۱۸۶۱ء میں محکمۂ کمشنری میں تعیناتی ہوئی، ۱۸۸۱ء میں بیکانیر منتقل ہو گئے۔ یہاں پہلے سجان گڑھ میں، پھر بیکانیر کے کوتوال مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۳ء میں وہ سرسہ منتقل ہوئے جہاں ۱۸۸۶ء تک رہے۔ ۱۸۸۷ء میں وہ افسر عدالتِ دیوانی مقرر ہوئے جبکہ ۱۸۸۸ء میں بطور وکیل کوہِ آبو میں ان کی تعیناتی ہوئی۔

عاشق کے تین دیوان کا ذکر مالک رام اور لالہ ہری رام نے کیا ہے۔ ہمیں ان کے دو ہی دیوان دستیاب ہو سکے۔ اول: افکار عاشق شاہد نظام ۱۳۰۱ھ، آصف جاہ میر محبوب علی شاہ والی دکن کو نذر۔ دوم: دیباچہ دیوان سوم موسوم بہ افکار عاشق ص ۱ تا ۳۔ اس میں داغ دہلوی کے دیوان 'آفتابِ داغ' کی غزلوں کی زمین میں اشعار ہیں۔ مزید اس میں رباعیات وقصائد بھی شامل ہیں جس میں بر مدح سید حسن رسول نما قدس سرہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ علاوہ ازیں کلام امیر مینائی 'مراۃ الغیب' کی ردیف الف اور دو غزلہ ردیف ی قافیہ بہ قافیہ اور اسی دیوان میں شامل قصیدہ مناظرہ شانہ وآئینہ مناظرہ زلف ورخ کے نام سے لکھا ہے جس کے ہر شعر میں مدح آصف جاہ میر محبوب علی خان نظام دکن ہے۔ بعد ازاں فارسی نثر میں دیباچہ آٹھ صفحات پر مشتمل بلا عنوان ہے جس میں حمد ونعت، خلفائے راشدین اور امام حسن وحسین کی منقبت کے بعد ان کا تعارف بھی ہے۔ اس کے بعد فارسی غزلیات اور رباعیات غیر مخصوص بحروں میں ہیں۔ انھوں نے اپنے خسر، بیوی، بیٹی اور نواسی کے انتقال پر بھی تاریخی قطعات کہے ہیں۔ آخری حصے میں

تقاریظ وقطعات تاریخ شامل کیے گئے ہیں جن میں مولوی عبدالعلیم کاشانی، حکیم محمد حسن، مولوی نظیر حسین خاں سخاؔ، مولوی محمد حفیظ اللہ بسملؔ خیر آبادی، سید افتخار حسین مضطرؔ خیر آبادی، مولوی عبدالحئی، حکیم محمد عمر، محمد بخش ضبطؔ، شاگردِ داغ شامل ہیں۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

منشی مولوی محمد حسین عاشق دہلوی ۱۸۳۴ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام نورادین احمد تھا جنھیں انھوں نے لکھنوی و ہلوی لکھا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ پہلے لکھنؤ، پھر دہلی میں سکونت پذیر ہوئے۔ ان کی رہائش اجمیری دروازہ اور حوض قاضی کے درمیان تھی۔ وہ ۱۸۵۸ء میں ریاستِ لوہارو میں میر منشی کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۸۶۱ء میں محکمۂ کمشنری میں تعیناتی ہوئی، پھر وہ ۱۸۸۱ء میں بیکانیر منتقل ہو گئے۔ یہاں پہلے سجان گڑھ میں ملازم رہے، پھر بیکانیر کے کوتوال مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۳ء میں وہ سرسہ منتقل ہوئے اور ۱۸۸۶ء تک وہیں رہے۔ ۱۸۸۷ء میں وہ افسر عدالتِ دیوانی مقرر ہوئے جبکہ ۱۸۸۸ء میں بطور وکیل کوہِ آبو میں ان کی تعیناتی ہوئی۔ بقول حکم سنگھ سوڈھی:

وہ ۱۸۴۹ء تک کوہ آبو میں وکالت کے عہدے پر فائز تھے۔[1]

حکم سنگھ سوڈھی کی کتاب ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئی تب تک وہ یہیں تعینات تھے۔ مالک رام نے عاشق کی بیکانیر ملازمت کے سلسلے میں لکھا ہے۔ ۱۸۶۸ء میں بیکانیر چلے گئے اور آخر کار ۱۸۸۴ء میں رتجمنٹ گورنر جنرل اجمیر ریاست ہائے راجپوتانہ کے وکیل حاضر باش کے عہدے پر فائز ہو کر مدتوں اجمیر رہے۔[2]

قابل ذکر بات یہ ہے کہ مالک رام کا یہ بیان حکم سنگھ سوڈھی کی فراہم کردہ معلومات سے ہم آہنگ نہیں۔ سوڈھی کے بیان اور دیگر شواہد کی بنیاد پر یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ وہ ۱۸۸۸ء سے ۱۸۹۴ء تک کوہ آبو میں تعینات تھے۔ اسی لیے اجمیر میں قیام کی بات مشکوک معلوم ہوتی ہے۔ لالہ سری رام نے ان کی شخصیت اور مزاج کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

پرانے سخن سنج تھے۔ دہلی کے مشاعروں اور قدیم صحبتوں کو دیکھ چکے تھے، مگر ان کی طبیعت نے ابتدا میں جو رنگ اختیار کیا تھا وہ آخر وقت تک نہ بدلا۔ ۱۸۵۸ء میں ریاست لوہارو میں ملازم تھے۔ ۱۸۶۸ء میں سرکار بیکانیر میں وظیفہ خوار ہوئے۔ ۱۸۸۴ء میں وکیل حاضر باش ریاست، رتجمنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ ہوئے۔

چالیس سال تک مشق سخن میں مصروف رہے مگر اس میدان میں نہ آگے بڑھے نہ پیچھے ہٹے۔ معاملہ بندی کا عجیب ڈھنگ تھا۔ ان کی زود گوئی اور صفائی کے سامنے مضمون کا قافیہ تنگ تھا۔ اوائل سخن میں اساتذہ کی غزل پر غزل کہنے کا شوق تھا، اور ایک ایک قافیے کو کئی مرتبہ لکھتے، اور جب تک سامعین سے یہ نہ کہوا لیتے کہ آپ کا قافیہ دوسروں سے بڑھ گیا اس وقت تک ان کا پیچھا نہ چھوڑتے۔ آپ کو سخن فہم حضرات کی ہمیشہ تلاش رہتی۔ اپنے سامعین سے داد لینے کے لیے انھیں کئی روز تک اپنا مہمان رکھتے اور خاطر تواضع سے پیش آتے۔ چند ظرافت پسند لوگوں نے ان کے دل میں یہ بٹھا دیا تھا کہ آپ داغ سے بہتر کہتے ہیں۔ اسی بنا پر آپ نے حضرتِ داغ کے دو دیوانوں کا جواب قافیہ بہ قافیہ لکھا۔ کاتب کی غلطی سے جناب داغ کے دیوان میں ایک قافیہ غلط چھپ گیا تھا، آپ نے اس کا مطلق خیال نہ فرمایا اور اس کو آپ نے بھی اسی طرح باندھ دیا۔ حضرت ہر قسم کی نثر و نظم پر قدرت رکھتے تھے۔ تین دیوان اسرار عاشق، افکار عاشق اور اعجازِ عاشق ان کے یادگار ہیں۔ اپنے آپ کو مرزا غالب کا شاگرد بتاتے تھے۔ حضرت زکی دہلوی، مولانا راسخ، سوزاں وغیرہ کے ہم مشاعرہ اور بے تکلف دوست تھے۔ سیاہ فام آدمی تھے مگر آپ کا باطن اور اخلاق تعریف کے قابل تھے۔ اکثر اپنے مکان پر مشاعرہ کرتے تھے۔ مرتبِ تذکرہ ایسی کئی صحبتوں میں شریک ہو چکا ہے۔ دہلی میں شاہ تارہ کی گلی میں ان کا مکان تھا۔[۳]

اسی نوعیت کی دیگر تفصیلات مالک رام نے ان کے مزاج اور شاعری کے بارے میں فراہم کی ہیں۔ بیان الحقائق کے مصنف کا بیان ہے کہ جن دنوں عاشق بیکانیر میں مقیم تھے انھوں نے اپنے دو مطبوعہ دیوان جو مرزا داغ کے ہر دیوان اور ہر غزل کے ردیف وار جواب میں تصنیف کیے تھے، مولانا سید عبید اللہ فرحتی (مصنف کے والدِ بزرگوار) کے آگے بہ مراد اصلاح کلام رکھ دیئے چنانچہ موصوف نے بصد توجہ بہت سے مواقع پر اصلاح پسندیدہ کی جس کو مولوی اقبال مرحوم نے بہ منت و سپاس قبول کر کے مکرر انطباعِ دواوین کا تہیہ و اہتمام کیا۔ عاشق کے دماغ میں سنک تو ضرور تھی اور ان سے کوئی فعل بھی بعید نہیں، مگر انھیں اپنی ہمہ دانی کا جو غرہ اور اپنی شاعرانہ عظمت کا جو زعم تھا اس کے پیش نظر یہ روایت حد درجہ مشکوک ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ عاشق نہایت زود گو اور نظم و نثر پر یکساں حاوی تھے۔ زبان واقعی بہت صاف ہے۔[۴]

عاشق کے تین دیوانوں کا ذکر مالک رام اور لالہ ہری رام نے کیا ہے۔ ہمیں ان کے دو ہی دیوان دستیاب ہو سکے جن کی تفصیل یہ ہے۔

ا۔ افکار عاشق شاہد نظام ۱۳۰۱ھ، آصف جاہ میر محبوب علی شاہ والی دکن کو نذر، مطبع رائے بھوانی پرشاد

دہلی باہتمام احمد علی بیگ۔ رونق، مولوی منشی محمد اقبال عاشق دہلوی وکیل معتمد ریاست بیکانیر

۲۔ دیباچہ دیوان سوم موسوم بہ افکار عاشق ص ا تا ۳

وہ دیباچے میں تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس میں داغ دہلوی کے دیوان ' آفتابِ داغ ' کی غزلوں کی زمین میں اشعار کہے ہیں۔ حضرتِ داغ کے دیوان دوم موسوم بہ آفتابِ داغ کی غزلوں کا از اول تا آخر مطلع سے مقطع تک ان ہی قوافی و ردیف میں ہم ردیف کیا۔ پھر اکثر غزلوں کی طرح بعد میں پورا کر کے بغیر قوافی کے آزادانہ غزلیں لکھیں اور ان کے سوا جو اس عرصے میں دیگر طرحوں میں متفرق غزلیں کہنے کا اتفاق ہوا تھا وہ بھی اسی میں ردیف وار درج کیں۔ زبان دہلی ایک ہی سانچے میں ڈھلی ہوئی اور مستند زمانہ ہے، مگر مضامین کی آمد اور بندش کی ترکیب اپنے اپنے افکار اور لیاقت علمی کے موافق جدا گانہ ہے۔ یہ ایک وہ طرز خیال کی گئی ہے کہ آج تک دیوان ہائے فارسی و اردو اساتذہ متقدمین و متاخرین میں کسی میں نہیں دیکھی گئی۔ قدر دانان سخن وجوہر شناسان فن شاعری سے استدعائے داد ہے اور خطا پر عیب پوشی کی آنکھ پڑ جائے تو عین صاد ہے۔ ۵

غزلیات کے علاوہ اس میں رباعیات اور قصائد بھی شامل ہیں جس میں بر مدح حضرت سید حسن رسول نما قدس سرہ صفحہ ۱۶۵ خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے علاوہ امیر مینائی کے کلام مراۃ الغیب کی ردیف الف اور دو غزلہ ردیف ی صفحہ ۲۹۵ و ۲۹۶ قافیہ بہ قافیہ اور اسی دیوان میں شامل قصیدہ مناظرہ شانہ و آئینہ مناظرہ زلف و رخ کے نام سے لکھا ہے جس کے ہر شعر میں آصف جاہ میر محبوب علی خان نظام دکن کی مدح ہے۔ اس کے بعد فارسی نثر میں ایک دیباچہ آٹھ صفحات پر مشتمل (صفحہ ۲۳۹ تا ۲۴۶) بلاعنوان لکھا ہے جس میں حمد و نعت، خلفائے راشدین اور امام حسن و حسین کی منقبت کے بعد اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔

خوشہ چین مزرعہ بزم آرایان محافل سخندانی و دریوزہ گر والا ہمتان ملک شیوا بیان احقر اعباد محمد اقبال حسین ولد منشی نور ادین احمد صاحب مبرو مغفور لکھنوی و دہلوی۔ ۶

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ منشی نور ادین پہلے لکھنؤ میں رہتے تھے، بعد میں دہلی سکونت پذیر ہوئے۔ کتاب ہذا کی تقریظ کے بعد فارسی میں قصائد لکھے گئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ قصیدہ در حمدِ باری تعالی، بحر رمل، فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

۲۔ قصیدہ در نعتِ سرورِ کائنات بحر ہزج مفاعیلین مفاعلین مفاعلین مفاعلین

۳۔قصیدہ درستایش ونیایش حضرت ابی بکر صدیق، در بحر خفیف فاعلاتن مفاعلن فعلات

۴۔قصیدہ در مدیح حضرت عمر ابن خطابؓ، بحر ہزج مفاعیلین مفاعلین مفاعلین مفاعلین

۵۔قصیدہ در ثنائے حضرت عثمان غنیؓ، بحر مجتث مفاعلن فعلا مفاعلن فعلات

۶۔قصیدہ در منقبت اسداللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالبؓ، بحر ہزج مفاعلین مفاعلین مفاعلین مفاعلین

۷۔قصیدہ در مدح حضرت عبدالقادر جیلانی، بحر رمل، فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

۸۔قصیدہ در مدح خواجہ معین الدین چشتیؒ

۹۔قصیدہ در شان کرنل براڈ فورڈ، ریجمنٹ گورنر جنرل بہادر سابق راجپوتانہ، بحر رمل، فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

۱۰۔قصیدہ در توصیفِ میجر آئی سی ٹالبرٹ بہادر سی ای آئی، ریجمنٹ بیکانیر، مفتعلن فاعلات مفتعلن فع

۱۱۔قصیدہ در تہنیت عید در شان منشی دیوان امین محمد مدار المہام راج بیکانیر، مفاعلان فعلات مفاعلن فعلات

۱۲۔قصیدہ در تہنیت عید الاضحیٰ در شان منشی دیوان امین محمد مدار المہام راج بیکانیر

اس کے بعد فارسی غزلیات اور دیگر اصناف پر مشتمل دیوان ہے جس میں ہر غزل پر اس کی بحر لکھی گئی ہے۔اسی طرح رباعیات پر بحر لکھی گئی ہے، مگر رباعی ان بحور میں کہی گئی ہے جو اس سے مخصوص نہیں۔اس میں انھوں نے اپنے خسر، بیوی، بیٹی اور نواسی کے انتقال پر بھی تاریخی قطعات کہے ہیں۔ آخری حصے میں تقاریظ وقطعات تاریخ شامل کیے گئے ہیں جن میں مندرجہ ذیل حضرات شامل ہیں۔

۱۔مولوی عبدالعلیم کاشانی، المتخلص بہ عاصم ساکن کلکتہ

۲۔حکیم محمد حسن حسن خلف حکیم سید منور علی خاں آشفتہ دہلوی

۳۔مولوی نظیر حسین خاں سخاؔ

۴۔مولوی محمد حفیظ اللہ، نیوڈاکٹر شفاخانہ اجمیر شریف، شاگرد رشید حضرت غالب متخلص بہ طالب

۵۔بسمل خیر آبادی، وکیل معتمد ریاست ٹونک، راجپوتانہ کوہ آبو

۶۔سید افتخار حسین مضطر خیر آبادی، برادرِ عزیز بسمل خیر آبادی

۷۔مولوی عبدالحی جوڈیشیل آفیسر ریاست سروہی

۸۔حکیم محمد عمر خلف حکیم عبدالحی بیگ ملازم راج تاجور الور

۹۔محمد بخش ضبط، شاگردِ داغ

(اسرارِ عاشق ملقب بہ دیوانِ عاشق ۱۸۹۰ء از اقبال حسین عاشق دہلوی وکیل معتمد راج بیکانیر)

غزلیات-۱۹۴ص ۲ تا ۱۵۵۔ مخمس بر غزل خواجہ میر درد ص ۱۵۵ تا ۱۵۶۔ رباعیات ص ۱۵۶ تا ۱۵۹۔

خط منظوم بہ جواب ڈاکٹر محمد حفیظ اللہ، ڈاکٹر سابق کوہ آبو و بھیلی واڑہ، علاقہ اودے پور، حال اجمیر شریف ص ۱۶۲ تا ۱۶۵۔ دوسہرے۔ قصیدے (جن کی تفصیل یہ ہے)

۱۔ قصیدہ نعتیہ مع سراپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم-۱۴۴/ اشعار

۲۔ قصیدہ در مدح خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری-۱۲۸/ اشعار

۳۔ قصیدہ در توصیف وشان بہ جناب مستطاب فضائل خطاب اوائل طہاب حضرت دیوان شیر محمد خان صاحب بہادر وقار اللہ عین با کمال (آمین)

۵۔ قصیدہ در مدح جناب معلیٰ القاب منشی امین محمد صاحب دام اقبالہٗ

غزلیں ردیف ہائے متفرق جو بعد طبع دیوان تصنیف ہوئیں (۱۴ غزلیں)

تاریخ وفات دختر و نواسی (۱۸۸۸ء اور ۱۳۰۸ھ)

تقاریظ قطعات تاریخ:

۱۔ تقریظ سید محمد حسین المتخلص بہ بسمل خیر آبادی وکیل معتمد ریاستِ ٹونک، مقیم کوہِ آبو

۲۔ تقریظ مولوی عبدالحی بیخود دہلوی، جوڈیشیل آفیسر دربارِ ریاست سروہی

۳۔ تقریظ سید افتخار حسین متخلص بہ مضطر نائب وقائم مقام وکیل ریاستِ ٹونک، برادرِ عزیز حضرتِ بسمل

۴۔ حکیم سید محمد محسن خاں حسنؔ

۵۔ تقریظ حامد حسین خاں حامدؔ خلف حکیم سید محمد محسن خاں حسن

۶۔ قطعہ تاریخ سید حامد حسین

۷۔ قطعۂ تاریخ الطاف حسین حالی

۸۔ قطعۂ تاریخ داغ دہلوی

۹۔ مولوی عبدالقدوس قدسی ایڈیٹر اخبار صحیفہ دہلی

۱۰۔ محمد اکرام اللہ اکرام

۱۱۔ مرزا بسم اللہ بیگ بسمل

۱۲۔حکیم محمد عنبر

۱۳۔حکیم محمد عبدالحی شاہجہاں آبادی مقیم حال ریاست الور

۱۴۔قطعہ درمدح دیوان عاشق سید احمد عاشق خلف الصدق سید نظام الدین

انتخاب کلام دیوان

اول تھا وہم دوئی تفرقہ پرداز وگرنہ　　جس مرتبہ تو دور تھا اتنا ہی قریں تھا

اچھا میں برا سہی و لیکن　　تم اپنی کہو تمھیں ہوا کیا

عشق میں بس یہ ہنر پیدا کیا　　کچھ نہ رکھا جس قدر پیدا کیا

جو نمک زخموں پہ چھڑکتے رات دن　　چارہ گروہ ڈھونڈ کر پیدا کیا

چشمِ میگوں سے تری مست ہے عالم ساقی　　پھر خبر کس کو کہ یہ نشۂ صہبا کیسا

اے جنوں شوق ہو کیوں بادیہ پیمائی کا　　گھر ہی ویرانے سے بہتر ہے تو صحرا کیسا

ہائے کس ناز سے کہتے ہیں وہ مجھ سے ہر دم　　اپنی صورت کو تو دیکھو تمھیں چاہیں کیوں کر

تمناؤں کی رخصت ہے تو ارمانوں کی آمد ہے　　مسافر سینکڑوں مہماں سرائے دل میں رہتے ہیں

وہ دل ہے خاک جس میں تری آرزو نہ ہو　　وہ گل ہے خار جس میں محبت کی بو نہ ہو

از دیوان سوم

آنکھ جادو تھی مگر اس کو نہ چلتے دیکھا　　زلف ناگن تھی مگر من نہ اگلتے دیکھا

تیرہ بختی مری شبِ وصل آئی کام　　چھا گئی ایسی کہ سورج کو نکلنے نہ دیا

شوخی نے رخنے ڈال دیے ہیں نقاب میں　　سو بے حجابیاں ہیں تمھارے حجاب میں

غیر فتنہ تو ہے نہیں کہ اٹھایا اس کو　　میں قیامت تو نہیں ہوں کہ اٹھا دیتے ہیں

☆☆☆

حواشی:

۱۔سوانح عمری روٗساوشرفائے بیکانیر،جلداول،مصنفہ رائے بہادر سوڈھی حکم سنگھ،مطبوعہ جیل پریس بیکانیر،۱۹۴۹ء،ص۶تا۷

۲۔تلامذۂ غالب،مالک رام،مکتبہ جامعہ لمٹیڈ،نئی دہلی،۱۹۸۴ء،ص۳۹۷

۳۔خم خانۂ جاوید،جلد پنجم ۱۹۴۰ء،دہلی،ص ۵۲۹تا۵۳۰

۴۔تلامذۂ غالب،مالک رام،مکتبہ جامعہ لمٹیڈ،نئی دہلی،۱۹۸۴ء،ص۳۹۷تا۳۹۸

۵۔افکار عاشق۔مولوی منشی محمد اقبال عاشق دہلوی وکیل معتمد ریاست بیکانیر۔صفحہ۳۔مطبع رائے بھوانی پرشاد دہلی